بسم اللہ الرحمن الرحیم

یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰیکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُونَ

مسئلہ

تکبیرات عیدین

از

عبداللہ امرتسری روپڑی

ناشر
مکتبہ تنظیم اہلحدیث نزد چوک دالگراں لاہور

مطبوعہ رشید آرٹ پریس بلڈنگ اخبار - انارکلی لاہور

قیمت ۸/ — تاریخ ۴ مئی سنہ ۳۲ء — تعداد ایک ہزار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

مسئلہ تکبیراتِ عیدین

حافظ عبدالرحمٰن ازہر

از

عبداللہ امرتسری روپڑی

ناشر

مکتبہ تنظیم اہلحدیث چوک دالگراں لاہور

مطبوعہ رشید آرٹ پریس [illegible] انارکلی لاہور

قیمت ۸/

تاریخ ۴ محرم [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال پہلا

عیدین کی تکبیرات اصل بارہ ہیں یا چھ۔ اہل حدیث بارہ تکبیریں کہتے ہیں۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات پہلی رکعت میں قبل از قراءۃ۔ اور پانچ دوسری میں قبل از قراءۃ۔ اور احناف کل چھ تکبیریں کہتے ہیں۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ تین پہلی رکعت میں قراءۃ سے پہلے۔ اور تین دوسری میں قراءۃ کے بعد تکبیر رکوع کے علاوہ

سوال دوسرا

اہل حدیث ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ دونوں فریق کے دلائل کیا ہیں۔ اور تکبیرات عیدین کی صحیح تعداد کیا ہے۔ اور تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کا ثبوت بھی ضروری ہے۔

سوال تیسرا

تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر بھی ثابت ہے یا نہیں۔ اس کا بھی فیصلہ فرمائیں۔

سائل

سراج الدین ظفر

کوٹ میلہ۔ ڈاکخانہ سعدوکے

تحصیل وزیر آباد۔ ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابات

جواب نمبر ۱

اس مسئلہ میں سلف کا بہت اختلاف ہے۔ ترمذی میں بارہ تکبیروں کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

والعمل علی ھذا عند بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرھم و ھکذا روی عن ابی ھریرۃ رض انہ صلی بالمدینۃ نحو ھذا الصلوۃ و ھو قول اھل المدینۃ وبہ یقول مالک بن انس رح والشافعی رح واحمد رح واسحٰق رح وروی عن ابن مسعود رض انہ قال فی التکبیر فی العیدین تسع تکبیرات فی الرکعۃ الاولی خمس تکبیرات قبل القراءۃ و فی الرکعۃ الثانیۃ یبدا بالقراءۃ ثم یکبر اربعا مع تکبیرۃ الرکوع وقد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ھذا و ھو قول اھل الکوفۃ وبہ یقول سفیان الثوری رح۔

ترجمہ: بعض اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ کا اسی (بارہ تکبیروں) پر عمل ہے۔ اور حضرت ابو ہریرۃ رض سے روایت ہے کہ انہوں نے مدینے میں اسی طرح نماز پڑھی۔ اور یہی قول اہل مدینہ کا ہے۔ اور امام مالک رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح اور امام اسحٰق رح

بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ عیدین کی نو تکبیریں ہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں قرارت سے پہلے اور دوسری رکعت میں پہلے قرارت کرے۔ پھر چار تکبیریں کہے۔ رکوع کی تکبیر سمیت اور اسی طرح کئی ایک صحابہ رضؓ سے مروی ہے۔ اور یہی اہل کوفہ کا قول ہے اور امام سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں"

ترمذی میں ان دونوں مذہبوں کے قائلین کی پوری تفصیل نہیں کی تحفۃ الاحوذی جلد اول ص۳۷۲ میں بحوالہ محلی للشیخ سلام اللہ پہلے مذہب کے متعلق لکھا ہے۔

وروی ذالک عن ابن عمرؓ و ابن عباسؓ وابی سعید الخدریؓ انتھی۔

یعنی بارہ تکبیریں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہیں۔

نیل الاوطار جلد ۳ باب عدد تکبیرات ص۱۹۳ میں ہے۔

قال العراقی وھو قول اکثر اھل العلم من الصحابۃ والتابعین والائمۃ قال وھو مروی عن عمرؓ وعلیؓ وابی ھریرۃؓ وابی سعیدؓ وجابرؓ وابن عمرؓ وابن عباسؓ وابی ایوبؓ وزید بن ثابتؓ وعائشۃؓ وھو قول الفقھاء السبعۃ التابعین سعید بن المسیب

۱؎ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نو تکبیروں کی روایت بھی آئی ہے۔ چنانچہ آگے آتا ہے ۱۲

وعروۃ بن الزبیر والقاسم بن محمد وابی بکر بن
عبد الرحمٰن وخارجۃ بن زید وسالم بن عبد اللہ
وسلیمان بن یسار (فتح القدیر) من اہل المدینۃ و
عمر بن عبد العزیز والزہری ومکحول وبہ
یقول مالک والاوزاعی والشافعی واحمد واسحٰق۔

ترجمہ: امام عراقی بارہ تکبیروں کے متعلق کہتے ہیں کہ صحابہ و
تابعین وائمہ دین سے اکثر کا مذہب یہی ہے۔ اور حضرت عمرؓ اور
حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ اور
جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت عبد اللہ
بن عباسؓ اور حضرت ابو ایوبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی مروی ہے۔ اور یہی مذہب
ہے فقہائے سبعہ کا۔ (جو تابعین ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ سعید
بن مسیب۔ عروہ بن زبیر۔ قاسم بن محمد۔ ابو بکر بن عبد الرحمٰن
خارجہ بن زید۔ سالم بن عبد اللہ۔ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہم
یہ سب اہل مدینہ سے ہیں۔ اور یہی مذہب ہے عمر بن عبد العزیز
اور امام زہری اور امام مکحول کا (تابعین سے) اور امام مالک
اور امام اوزاعی اور امام شافعی اور امام احمد اور امام اسحٰق
رحمۃ اللہ علیہم سب اسی کے قائل ہیں۔

اور تحفۃ الاحوذی میں صفحہ مذکورہ پر بحوالہ کتاب الاعتبار للحافظ الحازمی
لکھا ہے

قد عمل بہ ابو بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما

یعنی بارہ تکبیر کی روایت پر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا عمل ہے۔

نو تکبیروں کے متعلق تحفۃ الاحوذی جلد اول ص ۳ میں لکھا ہے

فمنهم ابن عباسؓ والمغيرة بن شعبةؓ روى عبد الرزاق عن عبد الله بن الحارث قال شهدت ابن عباسؓ كبر في صلوٰة العيد بالبصرة تسع تكبيرات ووالى بين القراءتين قال وشهدنا المغيرة بن شعبة فعل مثل ذلك قال الحافظ في التلخيص اسناده صحيح انتهى وروى الطبراني في الكبير عن كردوسؒ قال ارسل الوليد الى عبد الله بن مسعودؓ وحذيفةؓ وابي موسى الاشعري وابي مسعودؓ بعد العتمة فقال ان هذا عيد للمسلمين فكيف الصلاة فقالوا سل اباعبد الرحمن فسأله فقال يقوم فيكبر اربعا ثم يقرأ بفاتحة الكتاب وسورة من المفصل ثم يكبر اربعا يركع في آخرهن فتلك تسع في العيدين فما انكره احد منهم

(ترجمہ) (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ) نو تکبیروں کے قائل صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ ہیں۔ عبدالرزاقؒ نے عبداللہ بن حارثؓ سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حاضر ہوا انہوں نے بصرہ میں نماز عید کی نو تکبیریں کہیں۔ اور دو رکعت کی قراءتوں کو آپس میں ملا

ملا دیا۔ (یعنی پہلی رکعت میں تکبیریں قرأت سے پہلے کہیں۔ اور دوسری رکعت میں پیچھے) اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ حافظ ابن حجرؒ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور طبرانی میں کردوسؒ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ولید (بن ہشام امیر مدینہ) نے عبد اللہ بن مسعودؓ اور حذیفہ بن یمانؓ اور ابو موسی اشعریؓ اور ابو مسعودؓ کو عشاء کے بعد پیغام بھیجا کہ (آج) مسلمانوں کی عید ہے۔ تو نماز کس طرح پڑھی جائے۔ انہوں نے کہا۔ ابو عبد الرحمن (عبد اللہ بن مسعود) سے پوچھیے۔ ان سے پوچھا تو فرمایا۔ امام کھڑا ہو تو چار تکبیریں کہے۔ پھر سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت مفصل سے پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں قرأت کے بعد) چار تکبیریں کہہ کر ان کے آخر میں رکوع کرے۔ پس یہ عیدین کی نو تکبیریں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے اس جواب پر ان صحابہ (حذیفہؓ ابو موسیؓ۔ ابو مسعودؓ) سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

موطا امام محمد باب التکبیر فی العیدین ص ۱۴۱ میں ہے۔

اخبرنا مالکؒ اخبرنا نافعؒ قال شهدت الاضحی والفطر مع ابی هریرةؓ فکبر فی الاولی سبع تکبیرات قبل القراءة وفی الآخرة خمس تکبیرات قبل القراءة۔ قال محمد قد اختلف الناس فی التکبیر فی العیدین فما اخذت به فهو حسن وافضل ذالك عندنا ما روی عن ابن مسعودؓ انه کان یکبر فی کل عید

تسعا خمسا و اربعا فيهن تكبيرة الافتتاح وتكبيرة الركوع ويوالى بين القراءتين ويؤخرها فى الاولى ويقدمها فى الثانية وهو قول ابى حنيفة رح

ترجمہ: (امام محمد فرماتے ہیں) ہمیں امام مالک رح نے خبر دی انہوں نے فرمایا۔ ہمیں نافع نے خبر دی۔ نافع فرماتے ہیں کہ میں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کو حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ حاضر ہوا۔ انہوں نے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں۔ اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں۔ لوگوں کا عیدین کی تکبیروں میں اختلاف ہے جس پر عمل کرے وہ اچھا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک افضل وہ ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ وہ ہر عید میں نو تکبیریں کہتے۔ پانچ (پہلی رکعت میں) اور چار (دوسری رکعت میں) ان نو میں تکبیر تحریمہ اور پہلی رکعت کے رکوع کی تکبیر اور دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیریں بھی شامل ہیں۔ اور دونوں قرأتوں (پہلی رکعت کی قرأت اور دوسری رکعت کی قرأت) کے درمیان ملا دے یعنی پہلی رکعت میں قرأت تکبیروں کے بعد پڑھے اور دوسری رکعت میں قرأت تکبیروں سے پہلے پڑھے۔ اور امام ابو حنیفہ رح کا قول بھی یہی ہے۔

اس عبارت میں امام محمدؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کے عمل کو افضل کہا ہے کیونکہ ان کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے فقاہت میں زیادہ ہیں۔ لیکن اگر امام محمدؒ کو معلوم ہوتا کہ حضرت ابو ہریرہؓ اکیلے نہیں۔ بلکہ ان کے

ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی جیسے خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ تو وہ ضرور حضرت ابو ہریرہؓ کے عمل کو افضل کہتے چنانچہ جن اہل علم نے بارہ تکبیروں پر عمل اختیار کیا ہے۔ ان کے اس عمل کو اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس پر خلفائے راشدین کا عمل ہے بخیر اگرچہ امام محمد نے نو تکبیروں پر عمل کو افضل کہا ہے لیکن بارہ پر بھی عمل کو اچھا سمجھا ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ان اختلافات کے متعلق ذرا تفصیل سے لکھیں جس سے معلوم ہو جائے کہ راجح مذہب کونسا ہے۔ اگرچہ قارئین کرام کو خلفائے راشدین کے عمل سے معلوم ہو گیا ہے کہ بارہ تکبیروں والا مذہب راجح ہے لیکن ہم کچھ زیادہ تفصیل چاہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری باب الجمعۃ فی القری والمدن جلد دوم صد ۳۳۳ میں یہ اصول لکھا ہے۔ کہ جب صحابہ کا اختلاف ہوا تو مرفوع حدیث سے فیصلہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

فلما اختلف الصحابۃ وجب الرجوع الی المرفوع۔

یعنی جب صحابہ کا اختلاف ہوا۔ تو مرفوع حدیث کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

اب ہم یہاں دونوں طرف سے جو مرفوع احادیث آئی ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ان کی صحت و ضعف بھی بیان کریں گے۔ اور اخیر

لہ ان کا نام قائلین کی فہرست میں پہلے ذکر نہیں ہوا۔ آگے روایت ۹ میں آتا ہے۔ ۱۲

بخوبی سمجھ سکیں گے انشاء اللہ کہ صحت کے لحاظ سے کن احادیث کو ترجیح ہے۔ یہ مسلمان اور مومن کی آخری منزل ہے۔ یہاں آکر اس کی تسلی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلا (پ۵ ع ۵)

ترجمہ:- پس اگر تنازع کرو تم کسی شی میں تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ یہ بہتر ہے۔ اور اچھا ہے انجام میں۔

نو تکبیروں کے متعلق احادیث

پہلی حدیث

عن سعیدؓ بن العاص رضی اللہ عنہ سألت ابا موسی و حذیفۃ کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی الاضحی والفطر فقال ابو موسیٰ کان یکبر اربعا تکبیرہ علی الجنائز فقال حذیفۃ صدق (رواہ ابوداؤد) (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین ص۱۲۷)

ترجمہ:- سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے ابوموسیٰ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید اضحی اور فطر میں تکبیریں کس طرح کہتے تھے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ہر رکعت میں) چار تکبیریں کہتے تھے۔ جیسے

جنازے میں چار ہیں۔ حذیفہ نے کہا۔ ابوموسیٰ نے سچ کہا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ یہ روایت اور کئی کتابوں میں بھی ہے۔ جیسے مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۱۲ اور طحاوی صفحہ ۲۸۷ اور بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۸۹، ۲۹۰

عون المعبود شرح ابوداؤد میں ہے کہ اس حدیث پر ابوداؤد اور منذری نے سکوت کیا ہے۔ لیکن اس حدیث کی سند میں ابو عائشہ اموی ہے جو حضرت ابوھریرہ کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا۔ وہ غیر معروف ہے (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۳۶۷) اور زیلعی نے بحوالہ تنقیح نقل کیا ہے کہ ابن حزم نے ابو عائشہ کو مجہول کہا ہے۔ اور ابن قطان نے کہا ہے کہ میں اس کے حال کو نہیں پہچانتا (انتہیٰ) اور حافظ ابن حجر نے تہذیب میں اس کو مقبول لکھا ہے۔ اور مقدمہ تقریب میں لکھا ہے۔ کہ پانچویں درجے کا راوی وہ ہے جس کے حق میں صدوق سیئ الحفظ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی سچا ہے۔ حافظہ خراب ہے۔ اور چھٹے درجے کا راوی وہ ہے۔ جو پانچویں سے کم ہے۔ لیکن اس میں ایسی جرح ثابت نہیں۔ کہ اس کی حدیث بالکل ترک کر دی جائے۔ اس کی چھپر دو صورتیں ہیں اگر اس کی کسی نے موافقت کی ہو تو اس کو مقبول کہا جائے گا ورنہ لین الحدیث کہا جائے گا یعنی اس کی حدیث میں کمزوری ہے اس حدیث کے مرفوع (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت) کرنے میں ابو عائشہ کی کسی نے موافقت نہیں کی۔ اس بناء پر یہ حدیث کمزور ہوگئی بلکہ ایک جماعت ثقہ نے مرفوع کرنے میں ابو عائشہ کی مخالفت کی ہے۔ اس جماعت ثقہ نے اس کو موقوف روایت کیا ہے۔ ان میں سے علقمہ۔ اسود اور عبداللہ بن قیس اور کئی دوسرے ہیں۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ۔ طحاوی۔ الجوہر النقی وغیرہ۔ اس بناء پر سنن کبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۹۰ میں اس حدیث پر دو اعتراض

سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ثقہ راویوں نے مرفوع بیان کرتے ہیں اس کی مخالفت کی ہے دوسرا یہ کہ ابو موسیٰ وغیرہ سے تکبیروں کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے اس مسئلہ کو عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالے کیا اور عبداللہ بن مسعود نے نو تکبیروں کا فتویٰ دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کیا۔ چنانچہ ابو اسحٰق سبیعیؒ نے اس کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ اگر ابو موسیٰ کے پاس حدیث ہوتی تو عبداللہ بن مسعود کے قول پر اکتفا کیوں کرتے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع صحیح نہیں نیز بیہقی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ثوبان ہے۔ اس کو ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔ اسی طرح بیہقی نے معرفۃ السنن میں اس حدیث پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔ بہرصورت یہ حدیث قابل استدلال نہیں۔

تنبیہ

بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتویٰ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ تکبیروں کی گنتی رائے قیاس سے نہیں معلوم ہو سکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رائے قیاس کا اس میں دخل ہے کیونکہ جنازے پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سعید بن عاص کی حدیث میں جنازے کے ساتھ تشبیہ دینی اس طرف اشارہ ہے۔ ہاں جن صحابہ رضی اللہ عنھم نے بارہ تکبیریں ذکر کی ہیں ان کا فتویٰ مرفوع حدیث کے حکم میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بارہ تکبیریں اور کسی نماز میں نہیں آتیں پس ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے یا آپ سے سنا ہے۔

دوسری حدیث

روی الطحاوی فی شرح الآثار جلد ۲ صفحہ من طریق

عبد اللہ بن یوسف عن یحیی بن حمزۃ قال حدثنی
الوضین بن عطاء ان القاسم ابا عبد الرحمن
حدثنا قال حدثنی بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یوم عید فکبر اربعا اربعا ثم اقبل علینا بوجہہ
حین انصرف فقال لا تنسوا کتکبیر الجنازۃ واشار
باصبعہ وقبض ابہامہ
قال الطحاوی ھذا حدیث حسن الاسناد وعبد اللہ
ابن یوسف ویحیی بن حمزۃ والوضین والقاسم کلھم
اھل روایۃ معروفون بصحۃ الروایۃ انتھی۔
ترجمہ:۔ امام طحاویؒ نے شرح آثار جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ میں
عبد اللہ بن یوسفؒ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ کہ یحییٰ بن حمزہؒ
کہتے ہیں کہ مجھے وضین بن عطاءؒ نے حدیث سنائی۔ کہ قاسم بن
ابو عبد الرحمن نے کہا۔ کہ مجھے بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حدیث سنائی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز
عید پڑھائی۔ پس ہر رکعت میں چار چار تکبیریں کہیں۔ پھر فارغ
ہو کر ہم پر متوجہ ہوئے پس فرمایا۔ بھول نہ جانا جنازے کی
تکبیر کی طرح ہیں۔ اور انگوٹھا بند کر کے (چار) انگلیوں کے ساتھ اشارہ
کیا۔ امام طحاوی کہتے ہیں۔ یہ حدیث اچھی اسناد والی ہے۔
عبد اللہ بن یوسف اور یحییٰ بن حمزہ اور وضین اور قاسم یہ سب
اہل روایت ہیں۔ صحت روایت کے ساتھ مشہور ہیں لیکن

طحاوی کا اس کو حسن الاسناد کرنا درست نہیں ۔

ابن الترکمانی (حنفی)، الجوہر النقی جلد ۱ ص ۲۹ میں وضین بن عطا کے متعلق لکھتے ہیں ۔ ھو واہٍ ۔ وہ کمزور ہے ۔ اور ابن سعد فرماتے ہیں ۔ وہ حدیث میں ضعیف ہے ۔ اور جوزجانی بھی کہتے ہیں ۔ وہ حدیث میں کمزور ہے ۔ اور ابن قانع کہتے ہیں ۔ کہ ضعیف ہے ۔ اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ سچا ہے ۔ اور خراب حافظے والا ہے اور قاسم کے متعلق الجوہر النقی جلد ۲ ص ۳۴ میں ابن حبان سے نقل کیا ہے ۔ کہ قاسم ابو عبدالرحمن صحابہ سے معضلات روایت کرتا ہے ۔ اور ثقوں سے الٹ پلٹ روایتیں کرتا ہے جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ دیدہ دانستہ ایسا کرتا ہے (معضلات وہ روایتیں ہیں جن کے درمیان کئی کئی واسطے چھوڑ دیے جاتے ہیں ۔ رہا طحاوی کا حسن الاسناد کہنا ۔ سو ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں اس کے متعلق لکھا ہے ۔ کہ طحاوی کو محدثین کی طرح نقد حدیث میں پوری مہارت نہیں صحت وضعف میں قیاس رائے سے بہت کام لیتے ہیں ۔ بہت سی حدیثیں جن کو وہ قابل استدلال سمجھتے ہیں وہ سند کے لحاظ سے مجروح ہوتی ہیں ۔ اور ان کا ثبوت نہیں ہوتا ۔ شرح معانی الآثار میں ایسی حدیثیں بہت ہیں ۔ اگرچہ وہ کثیر الحدیث فقیہ عالم ہیں ۔

تیسری حدیث

مشکوٰۃ المصابیح شرح مرعاۃ المفاتیح جلد ۲ ص ۳۷۴ میں ہے

اخرج الطحاوی فی الجنائز بسندہ عن ابراھیم النخعی قال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس مختلفون فی التکبیر علی الجنازۃ الحدیث وفی آخرہ فتراجعوا

الامر بینهم فی خلافة عمر فاجمعوا امرهم على
ان یجعلوا التکبیر على الجنائز مثل التکبیر فی الاضحٰی
والفطر اربع تکبیرات فاجمع امرهم على ذلک
قال بعض الحنفیة فهذا کالنص فی ان تکبیرها اربعا
کان مجمعا علیه ارجعوا الیها تکبیرات الجنازة انتهٰی
وقال صاحب العرف الشذی ص۲۴ واعلٰی ما فی الباب
لنا ما هو من اجماعیات عمر رواه ابراهیم النخعی
مرسلاً فی معانی الآثار ص۲۸۶

ترجمہ: طحاوی نے باب الجنائز میں اپنی سند کے ساتھ ابراہیم نخعی رح سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور لوگوں کا جنازے کی تکبیروں میں اختلاف تھا حضرت عمر رضی اللہ کی خلافت میں انہوں نے آپس میں تبادلہ خیال کیا۔ پس وہ عیدین کی طرح جنازے میں چار تکبیروں پر متفق ہو گئے۔ اور اس پر ان کا معاملہ قائم ہو گیا۔ بعض حنفیہ کہتے ہیں۔ کہ یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ عیدین کی چار تکبیریں ہونے پر ان کا اجماع تھا۔ جنازے کی تکبیروں کو عیدین کی تکبیروں کی طرف لوٹا دیا اور مولانا انور شاہ عرف الشذی ص۲۴ میں کہتے ہیں کہ ہماری بڑی دلیل تکبیریں چار ہونے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا اجماع ہے۔ ابراہیم نخعی نے اس کو مرسل روایت کیا ہے۔
(معانی الآثار ص۲۸۶)

ابراہیم نخعی کی یہ روایت مرفوع تو نہیں مگر چونکہ اس میں اجماع کا ذکر

حجت اور اجماع بھی کسی شرعی دلیل ہے۔ اس لیے اس سلسلے میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک یہ کہ ابراہیم نخعی نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ اسی لیے مولانا انور شاہ نے اس کو مرسل و منقطع کہا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں جنازے کی تکبیروں کو عید کی تکبیروں پر قیاس کیا گیا ہے۔ حالانکہ صحابہ میں عیدین کی تکبیروں میں بھی سخت اختلاف ہے چنانچہ اوپر تفصیل ہو چکی ہے۔

تیسرے یہ کہ صحیح کی حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ لا تنسوا التکبیرۃ اربعا مثلا سے واضح ہے کہ اس میں عیدین کی تکبیروں کو جنازے کی تکبیروں کے ساتھ مشابہت دی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کی تکبیروں میں صحابہ کو اختلاف نہیں تھا۔

چوتھی وجہ یہ کہ نیل الاوطار ج۳ میں لکھا ہے۔ عیدین کی تکبیروں میں علماء کا بہت اختلاف ہے۔ اس میں دس قول ہیں۔ پہلا یہ کہ دو رکعتوں میں بارہ تکبیریں سوا تکبیر تحریمہ کے۔ دوسرا یہ کہ بارہ تکبیر سمیت تکبیر تحریمہ کے۔ تیسرا قول یہ کہ سات تکبیریں پہلی رکعت میں ہیں۔ اور سات دوسری میں۔ یہ حضرت انس بن مالکؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ، سعید بن مسیبؒ اور ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے۔ پس ان کا مذہب چودہ تکبیروں کا ہوا نہ نو کا۔ اور مولانا انور شاہ کا یہ کہنا کہ یہ اعلیٰ دلیل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو (۲) دلیلیں تسلی بخش نہیں۔ اور جس کو تسلی بخش قرار دیا ہے۔ اس کا ضعف چار طرح سے ثابت ہے۔ جیسا ہم نے بیان کیا۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ نو تکبیروں کے دلائل اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔

بارہ تکبیروں کے متعلق احادیث

پہلی حدیث

ابوداؤد میں حضرت عائشہ سے روایت ہے:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی الفطر و الاضحٰی فی الاولٰی سبع تکبیرات وفی الثانیۃ خمسا وفی روایۃ لہ سوی تکبیرتی الرکوع

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں پہلی رکعت میں سات دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ اور ایک روایت ابوداؤد میں ہے کہ دونوں رکعتوں کے رکوعوں کی تکبیریں ان میں شامل نہیں۔ اور دارقطنی میں حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے سوی تکبیرۃ الافتتاح۔ یعنی تکبیر تحریمہ بھی ان میں شامل نہیں۔

حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں عبداللہ بن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو امام احمدؒ، ابن ماجہؒ، حاکمؒ، طحاویؒ، دارقطنیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ سب کی اسناد میں ابن لہیعہ ہے۔ لیکن دارقطنی ص۱۸۱ میں ابن لہیعہ کا اپنے استاد خالد بن یزید سے حدثنا کے ساتھ روایت کرنے کا ذکر ہے اور تفسیر ابن کثیر جلد اول ص۳۹۳ میں لکھا ہے وابن لہیعۃ اذا صرح بالتحدیث فھو حسن۔ یعنی جب ابن لہیعہ حدثنا کے ساتھ روایت کرے تو وہ حسن ہوتی ہے۔ اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت حسن ہو گئی۔

ایک اعتراض اس حدیث پر یہ بھی ہے کہ ابن لہیعہ کبھی خالد بن یزیدؒ سے روایت کرتا ہے۔ کبھی عقیلؒ سے۔ کبھی ابوالاسود سے کبھی عبدالرحمٰن بن ہرمزؒ

زہری سے (کبھی یونس سے -) اس لیے یہ حدیث مضطرب ہوئی - اور اضطراب سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے -

حافظ ابن حجر نے تلخیص میں اس کا جواب دیتے ہیں - ہو سکتا ہے کہ ابن لہیعہ نے تینوں سے (بلکہ ان سب سے) سنا ہو یعنی خالد عقیل - یونس وغیرہ

ملاحظہ ہو عون المعبود جلد اول ص۴۴۶

تنبیہ

اس قسم کی ایک اور حدیث حضرت عائشہ اور واقد لیثی سے بھی مروی ہے لیکن اس میں بھی ابن لہیعہ ہے - ملاحظہ ہو طبرانی کبیر اور طحاوی ج ۲ ص ۳۹۹

دوسری حدیث

دار قطنی اور بزار میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں:-

التکبیر فی العیدین فی الرکعۃ الاولی سبع تکبیرات

وفی الاخرۃ خمس تکبیرات

یعنی عیدین کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں - اور دوسری میں پانچ -

اس حدیث کے اسناد میں فرج بن فضالہ راوی ہے - امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں جب اہل شام سے ساتھ روایت کرے تو اس کی روایت کے ساتھ کوئی ڈر نہیں - لیکن جب یحییٰ بن سعید سے روایت کرے تو اس کی روایت منکر ہے میزان الاعتدال ص۲۴۶ وغیرہ - اور یہ روایت اس کی یحییٰ بن سعید سے ہے -

دار قطنی ص۱۸۱

تیسری روایت: مسند احمد اور ابن ماجہ اور دار قطنی میں عبد اللہ بن عمرو

رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے اور یہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے کیونکہ جدہ سے مراد صحیح قول پر عبداللہ بن عمرو ہیں۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

إن النبي صلى الله عليه وسلم كبر في عيد ثنتي عشرة تكبيرة سبعًا في الاولى وخمسا في الآخرة ولم يصل قبلها ولا بعدها وقال احمد انا اذهب الى هذا۔

مسند احمد ج ۲ ص۱۸۰

تنبیہ

ابن ماجہ میں ثنتی عشرة اور لم يصل قبلها ولا بعدها نہیں۔ اور دارقطنی میں ولم يصل قبلها ولا بعدها نہیں اور سوی تکبیرۃ الاحرام زیادہ ہے۔

اور ابو داؤد اور دارقطنی میں عبداللہ بن عمرو کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم التكبير في الفطر سبع في الاولى وخمس في الآخرة والقراءة بعدهما كلتيهما۔

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید میں بارہ تکبیریں کہیں۔ سات پہلی رکعت میں قرارت سے پہلے۔ اور پانچ دوسری میں۔ اور اس کے آگے پیچھے کوئی نماز نہیں پڑھی۔

اور امام احمد کہتے ہیں کہ میرا یہی مذہب ہے۔ جو اس حدیث میں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تکبیر عید الفطر میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ ہیں۔ اور قرارت ان دونوں کے بعد ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں۔ اسناد اس کی صالح درست ہے اور امام ترمذی نے علل مفردہ میں امام بخاری سے روایت کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے فاعتلہ ہو نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ اور حافظ ابن حجر تلخیص الجبیر میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور علی ابن مدینی اور امام بخاری نے صحیح کہا ہے چنانچہ ترمذی نے اس کو حکایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث

حضرت سعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن سے روایت ہے

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین فی الاولی سبعًا قبل القراءۃ وفی الاخرۃ خمسا قبل القراءۃ (ابن ماجۃ)

ترجمہ:- نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں پہلی رکعت میں قرات سے پہلے سات تکبیریں کہتے۔ اور دوسری میں قرات سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے۔

حافظ عراقی کہتے ہیں۔ اس کی اسناد میں ضعف ہے سندھی ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس میں عبدالرحمٰن بن سعد راوی ضعیف ہے۔ اور عبدالرحمٰن کا باپ سعد راوی مجہول ہے۔ اور سنن کبریٰ بیہقی میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ الجوہر النقی میں علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔ کہ اس کی اسناد میں بقیہ ہے اور اس میں کلام ہے

پانچویں حدیث

عن عبد الرحمن بن عوف قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج لہ العنزۃ فی العید ین حتی یصلی

الیہا فکان یکبر ثلاث عشرۃ تکبیرۃ وکان ابوبکر وعمر یفعلان ذلک۔ (رواہ البزار)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عیدین میں برچھی نکالی جاتی تھی تاکہ اس کی طرف نماز پڑھیں۔ یعنی اس کو سترہ بنائیں۔ اور آپ تیرہ تکبیریں کہتے تھے (تکبیر تحریمہ سمیت) اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایسا ہی کرتے تھے۔

اس میں حسن بن حماد البجلی راوی ہے اس کے متعلق مجمع الزوائد ج ۲ صفحہ ۲۰۳ میں ہیثمی فرماتے ہیں:

نہ اس کو کسی نے ضعیف کہا اور نہ ثقہ۔ اور مزی نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر تمییز کا نشان دیا ہے یعنی صحاح ستہ والے محدثین کی تصانیف کے راویوں سے نہیں۔ اور باقی راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں۔

اور امام شوکانی نے اس کو نیل الاوطار میں لین الحدیث کہا ہے یعنی کچھ کمزور حدیث والا ہے۔ اور حافظ ابن حجر تلخیص میں دار قطنی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مرسل ہونا صحیح ہے۔

چھٹی حدیث

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین ثنتی عشرۃ تکبیرۃ فی الاولی سبعا وفی الآخرۃ خمسا (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں بارہ تکبیریں کہتے پہلی میں سات

اور دوسری میں پانچ
مجمع الزوائد میں ہیثمی فرماتے ہیں۔ اس کی اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے
اور وہ ضعیف ہے

ساتویں حدیث

وعن جابر قال مضت السنۃ ان یکبر للصلوٰۃ فی العیدین سبعًا وخمسا یذکر اللہ مابین کل تکبیرتین
اخرجہ البیہقی جلد ۳ ص ۲۹۲۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس بارے میں سنت گذر چکی ہے کہ عیدین میں سات اور پانچ تکبیریں ہیں۔ اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرے۔ اس کو بیہقیؒ نے روایت کیا ہے۔
اس کی سند میں بعض راویوں کے حالات معلوم نہیں

آٹھویں حدیث

وعن عمار قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی العیدین فی الاولی سبعا وفی الآخرۃ خمسا وکان یبدا بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ (اخرجہ الدارقطنی)

ترجمہ:۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ اور نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔
اس میں بھی نمبر ۴ والا راوی عبدالرحمٰن بن سعد ہے۔ وہ ضعیف ہے۔

اور اس کا باپ راوی مجہول ہے۔

نویں حدیث

قال علی رضی اللہ عنہ یکبر فی الاضحٰی والفطر و الاستسقاء سبعًا فی الاولی و خمسا فی الاخرٰی ویصلی قبل الخطبۃ یجھر بالقراءۃ قال وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر وعمر وعثمان یفعلون ذالک (مصنف عبدالرزاق)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ عید الاضحٰی اور عید الفطر اور نماز استسقاء میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہے۔ اور دوسری میں پانچ۔ اور نماز خطبہ سے پہلے پڑھے۔ اور قرأت جہر کرے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان بھی اسی طرح کرتے تھے۔

عون المعبود شرح ابوداؤد جلد اول ص۴۴۶ میں لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم بن ابی یحیٰی ہے۔ اس کو ابن معینؒ اور امام احمدؒ نے ضعیف کہا ہے اور امام شافعی نے اس کی توثیق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب الکمال ص۳۱)

دسویں حدیث

عن ابن عباس قال سنۃ الاستسقاء سنۃ الصلوٰۃ فی العیدین الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلب رداءہ فجعل یمینہ علی یسارہ ویسارہ علی یمینہ وصلی رکعتین وکبر فی الاولی سبع تکبیرات وقرأ سبح اسم ربک الاعلی وقرأ فی الثانیۃ ھل اتٰک

حدیث الغاشیۃ و کبر فیہا خمس تکبیرات

اس کو دارقطنی نے صفحہ ۱۹۹ میں اور بیہقی نے جلد ۳ صفحہ ۳۴۸ میں اور حاکم رحمہ نے جلد ۱ صفحہ ۳۲۶ میں روایت کیا ہے۔

ترجمہ :- سنت طریقہ استسقاء میں وہی ہے جو عیدین میں ہے۔ لیکن استسقاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر الٹائی ہے۔ اس کی داہنی طرف کو بائیں طرف کر دیا۔ اور بائیں کو داہنی طرف کر دیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پہلی میں سات تکبیریں اور سورت سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی اور دوسری میں سورت ہل اتاک پڑھی۔ اور اس میں پانچ تکبیریں کہیں۔

اس حدیث کو حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے لیکن اس میں تامل ہے کیونکہ مغنی نے حاشیہ دارقطنی میں لکھا ہے۔ کہ اس کی اسناد میں محمد بن عبدالعزیز ایک راوی ہے۔ بخاری رحمہ نے اس کو منکر الحدیث کہا۔ اور نسائی رحمہ نے متروک الحدیث اور ابوحاتم نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ اور محمد بن عبدالعزیز اپنے باپ عبدالعزیز سے روایت کرتا ہے۔ ابن القطان رحمہ کہتے ہیں کہ اس کا باپ مجہول الحال ہے۔

گیارہویں حدیث

عن کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءۃ و فی الآخرۃ خمسا قبل القراءۃ۔

ترجمہ :- کثیر بن عبداللہ اپنے باپ سے وہ اس کے دادے رحمہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین میں پہلی

رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں۔ اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں:

حدیث جد کثیر حدیث حسن وھو احسن شیء روی فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی کثیر بن عبداللہ کے دادے کی حدیث حسن ہے۔ اور جو احادیث تکبیرات عیدین کے مسئلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ یہ ان سب سے اچھی ہے۔

حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر میں فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کے حسن کہنے پر ایک جماعت نے انکار کیا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں انکار کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کا راوی کثیر بن عبداللہ ضعیف ہے۔ بلکہ بعض نے اس کو جھوٹ کی طرف نسبت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب امام شافعی اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ یہ جھوٹ کا رکن ہے اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ سے وہ اس کے دادے سے احادیث کا ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال۔

اس کے بعد تحفۃ الاحوذی میں اس کا جواب دیا ہے۔ کہ اس حدیث کی مؤید بہت روائتیں ہیں۔ اس بنا پر امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ ملاحظہ ہو خلاصہ للنووی

ملا علی قاری نے مرقات میں میرک سے نقل کیا ہے۔

لعل اعتضد عنده من شواهد وامور قد خفیت انتهی۔

یعنی حسن نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس حدیث کے اور مؤید روایتیں ہیں۔ اور کئی ایسے امور بھی مؤید ہیں۔ جو دوسروں پر مخفی رہے

امام عراقیؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام ترمذیؒ کا حسن کہنا اس بنا پر ہے۔ کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے۔

لیس فی ھذا الباب شیء اصحّ منہ وبہ اقول

(دیکھئے کتاب العلل المفردۃ للترمذی)

یعنی تکبیرات عیدین کے مسئلے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور میں بھی اسی کا قائل ہوں۔

نصب الرایہ زیلعی میں ہے۔

قال الترمذی فی علله الکبری سألت محمداً عن ھذا الحدیث فقال لیس فی ھذا الباب اصح منہ و بہ اقول وحدیث عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الطائفی ایضا صحیح والطائفی مقارب الحدیث انتھی

قال ابن القطان فی کتابہ ھذا لیس صریح فی التصحیح فقولہ ھو اصح شیء فی الباب یعنی اشبہ ما فی الباب واقل ضعفاً۔

ترجمہ :۔ امام ترمذی علل کبریٰ میں فرماتے ہیں۔ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا کوئی روایت تکبیرات عیدین کے مسئلے میں اس حدیث سے زیادہ صحیح نہیں اور میں بھی اسی کا قائل ہوں۔ اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الطائفیؒ کی روایت بھی

صحیح ہے۔ اور طائفی کی حدیث قریباً صحیح ہوتی ہے۔ انتہیٰ۔ ابن قطان اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ قول حدیث کی تصحیح میں صریح نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بہ نسبت دوسری روایتوں کے جو اس مسئلہ میں آئی ہیں۔ صحیح سے زیادہ مشابہ ہے اور ضعف میں کم ہے۔

اور یہ قول کہ میں بھی اسی کا قائل ہوں۔ اس میں احتمال ہے کہ یہ امام ترمذی کا قول ہو۔ (نہ بخاری کا) یعنی میں (ترمذی) بھی کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس مسئلہ میں صحیح حدیث کے زیادہ مشابہ ہے۔ اور اسی طرح یہ قول کہ "حدیث طائفی بھی صحیح ہے" اس میں بھی احتمال ہے۔ کہ یہ ترمذی کا کلام ہو (نہ بخاری کا)

امام ابن قطان نے اس عبارت پر پورا غور نہیں کیا۔ امام ترمذی اپنی تسلی کے لیے اپنے استاد امام بخاری سے سوال کر رہے ہیں پس ترمذی کا اس موقعہ پر یہ کہنا کہ میں بھی اسی کا قائل ہوں بے محل ہے۔ ہاں امام ترمذی نے کتاب ترمذی میں اس حدیث کی بابت احسن شئی فی الباب کہا ہے۔ یعنی تکبیرات عیدین کے مسئلہ میں یہ حدیث سب سے زیادہ اچھی ہے لیکن یہ کہنا سوال و جواب کے بعد نہیں۔ اور نہ یہ اقوال سوال و جواب کے بعد کہے۔ بڑے آدمی سے خاص کر استاد سے سوال و جواب کے بعد ایسا کہنے کا دستور نہیں۔ دیکھیے جبرائیل علیہ السلام کی حدیث جو مشکوٰۃ شریف کے شروع میں ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ ایک ناواقف انسان کی شکل میں جبرائیل ؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور اسلام وغیرہ کے متعلق سوال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ کہ

ایمان یہ ہے۔ کہ تو خدا رسول اور فرشتوں وغیرہ پر ایمان لائے۔ اور اسلام یہ ہے کہ تو کلمہ شہادت کا اقرار کرے اور نماز وغیرہ قائم رکھے۔ اس کے بعد جبرائیل نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے۔ اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ کیونکہ بڑے سے سوال کرے اور پھر اس کی تصدیق بھی کرے۔ یہ انوکھی بات ہے۔ صحابہ کے تعجب کی یہ وجہ تھی پس اَقُوْلُ کہنا کہ امام ترمذی کا کلام بتانا ٹھیک نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے باوجود اس کے کہ بہت جگہ اپنی کتاب میں اس قسم کے سوال وجواب کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر کسی جگہ بھی امام بخاری رحمۃ سے سوال کے بعد یہ نہیں کہا۔ کہ میں بھی اسی کا قائل ہوں۔ اور جب یہ امام بخاری کا کلام ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں بھی اسی بارہ تکبیرات کا قائل ہوں جیسا کہ امام بخاری رح کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہو گئی اسی طرح حدیث طائفی بھی صحیح ہے۔ کہ امام ترمذی رح کا کلام بتانا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ حدیث طائفی سے مراد عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث ہے۔ جو نمبر ۲ میں گذر چکی ہے۔ اس کی اسناد میں عبداللہ بن عبدالرحمن طائفی راوی ہے۔ جو طائف کا رہنے والا تھا۔ اسی لیے اس کو حدیث طائفی کہا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے چنانچہ نمبر ۳ میں تفصیل ہو چکی ہے

اس سے ظاہر ہے کہ یہ بخاری رح کا کلام ہے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ اقول بھی بخاری رح کا کلام ہے کیونکہ وہ افضل حدیث طائفی کی صحت بیان کرنے سے پہلے ہے۔ پس وہ اقول کے بخاری رح کا کلام ہونے کی دو وجہیں ہوئیں۔ ایک یہ۔ اور ایک پہلے بیان

ہو سکتی ہے

تنبیہ

ہندوستان ضلع پٹنہ میں نیمی ایک بستی ہے وہاں مولانا ظہیر احسن شوق حنفی مذہب کے ایک عالم ہوئے ہیں۔ جو مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے شاگرد تھے۔ پہلے وہ اردو زبان کے شاعر تھے۔ انھوں نے حسن و شام کی کہانی بھی نظم میں لکھی ہے۔ شوق ان کا تخلص ہے پھر ان کو حدیث کا شوق ہو گیا انھوں نے یوشع المرام کی طرز پر حنفی مذہب کی تائید میں حدیث کی ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام آثار السنن ہے اس میں انھوں نے اس حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کو دو طرح سے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ایک یہ کہ عن جدہ کی ضمیر میں احتمال ہے کہ عمرو کی طرف لوٹتی ہے یا شعیب کی طرف۔ اگر شعیب کی طرف لوٹے تو معنی یوں ہو جائیں گے کہ عمرو اپنے باپ شعیب سے روایت کرتے ہیں۔ اور شعیب اپنے دادے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص صحابی ہیں۔ اس صورت میں روایت متصل ہو گئی۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ عمرو بعض دفعہ اپنے پردادے کے صحیفہ سے جس میں احادیث لکھی ہوئی ہیں روایت کرتے ہیں۔ پس یہ بھی ایک طرح سے کمزور ہوئی۔

اور اگر ضمیر عمرو کی طرف لوٹے تو معنی یہ ہوں گے کہ عمرو اپنے باپ شعیب سے روایت کرتے ہیں۔ اور شعیب عمرو کے دادے سے اور عمرو کے دادے (شعیب کے باپ) کا نام محمد ہے اور محمد تابعی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی (پس یہ روایت مرسل ہوئی یعنی صحابی کا واسطہ اس میں چھوٹ گیا۔ اور مرسل محدثین کے نزدیک

حجت نہیں پس جب ضمیر میں دو احتمال ہوئے تو اس حدیث سے استدلال
صحیح نہ رہا ۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال
دوسری وجہ ضعف کی یہ ہے کہ طائفی راوی قوی نہیں ۔ میزان الاعتدال
میں ہے ۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن معین ھو صویلح
وقال مرۃ ضعیف وقال النسائی وغیرہ
لیس بالقوی وکذا قال ابو حاتم (میزان الاعتدال)

ترجمہ :- ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے ۔ اور ابن معین
نے کہا ہے کچھ اچھا ہے ۔ اور ایک دفعہ کہا ضعیف ہے ۔ اور
نسائی وغیرہ نے کہا قوی نہیں ۔

جواب

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ شعیبؒ نے اپنے دادا سے
سنا ہے ۔ اور اپنے باپ سے سننا ثابت نہیں ۔ کیونکہ وہ پہلے مرگیا ۔
اور شعیب نے اپنے دادا کی گود میں پرورش پائی ۔ چنانچہ میزان الاعتدال
کے اسی مقام پر صراحت ہے ۔ پس عمرو کی طرف ضمیر لوٹانے کی کوئی وجہ
نہیں ۔ اسی لئے ترمذی میں عمرو بن شعیبؒ کی حدیث کو عبد اللہ بن عمرو کی
حدیث لکھا ہے چنانچہ عبد کثیر (؟) کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں

وفی الباب عن عائشۃ وابن عمر و عبد اللہ بن عمرو
یعنی بارہ تکبیروں کے بارہ میں حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ اور عبد اللہ
بن عمروؓ سے بھی روایت آئی ہے ۔

باقی رہا صحیفہ سے روایت کرنا سو اس کے متعلق میزان الاعتدال

ہیں آخری فیصلہ یہ کیا ہے کہ عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ سے سماع کے ساتھ بھی روایت کرتا ہے اور اپنے پردادے کے صحیفہ سے بھی کرتا ہے اس لیے اس کی روایت صحت میں اعلیٰ درجہ کی نہیں۔ بلکہ حسن درجہ کی ہے اسی بناء پر تحفۃ الاحوذی میں بحوالہ فتح الباری لکھا ہے

وترجمة عمرو قوية على المختار حيث لا تعارض (تحفة الاحوذی جلد اول ص ۲۳)

یعنی سلسلہ اسناد عمرو بن شعیب کا قوی ہے۔ (جہاں دوسری صحیح روایات سے تعارض نہ ہو) مختار مذہب یہی ہے

دوسرے اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ مولانا ظہیر احسن صاحب نے میزان الاعتدال کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ منقولہ عبارت سے مابعد یہ عبارت ہے۔

قال ابن عدی رح اما سائر حديثه فعن عمرو بن شعيب وهي مستقيمة فهو فمن يكتب حديثه

ترجمہ: بہرحال باقی احادیث طائفی کی عمرو بن شعیبؒ سے ہیں۔ اور وہ سب ٹھیک ہیں پس عمرو بن شعیبؒ ان لوگوں سے ہیں جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں۔

اور امام بخاری رحؒ نے امام علی المدینیؒ نے اور امام احمدؒ نے عمرو بن شعیبؒ کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ چنانچہ نمبر ۳ میں گذر چکا ہے۔ اور تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں۔ کہ امام عجلی نے طائفی کی ثقاہت کہا ہے اور امام ابن المدینیؒ بھی اس کی توثیق کی ہے اور تہذیب التہذیب میں یہ بھی ہے کہ طائفی کی ایک حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔

كَادَ اُمَيَّةُ اَنْ يُّسْلِمَ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ شاعر کے بارہ میں فرمایا۔ کہ قریب تھا کہ مسلمان ہو جائے (کیونکہ اس کے شعروں میں توحید ہے)

پس جب امام مسلم اس کی حدیث سے آئے تو اس کے ثقہ ہونے میں کوئی شبہ ہی نہ رہا۔ کیونکہ مسلم شریف کی احادیث صحیح ہوتی ہیں۔

مولانا ظہیر احسن صاحب نیموی نے یہاں ایک اور اعتراض کیا ہے وہ یہ کہ علامہ ابن قطان اپنی کتاب میں فرماتے ہیں۔

وقد قال احمد بن حنبل لیس فی تکبیر العیدین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث صحیح انتہی۔

یعنی علامہ ابن قطان اپنی کتاب میں کہتے ہیں۔ کہ امام احمد بن حنبل رح نے فرمایا۔ کہ تکبیر عیدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ طائفی کی حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا بہت دفعہ ہوتا ہے۔ کہ ایک وقت انسان کو تحقیق نہیں ہوتی۔ اور اس چیز کو صحیح سمجھتا ہے۔ دوسرے وقت تحقیق ہو جاتی ہے تو پھر صحیح مان لیتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل رح اپنی کتاب مسند میں فرماتے ہیں انا اذھب الیہ۔ یعنی میرا مذہب یہی ہے۔ عمرو بن شعیب رح کی حدیث میں ہے۔ چنانچہ نمبر ۳ میں گذر چکا ہے پس ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک معتبر ہو گئی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے امام ترمذی رح باب الاستنجاء بالحجارۃ میں فرماتے ہیں۔ کہ میں نے امام بخاری رح سے اس حدیث کے متعلق (جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک صحابی کو استنجا کے لیے ڈھیلے لانے کے لیے فرمایا۔ تو وہ دو پتھر اور ایک لید لے آیا۔ آپ نے دو پتھر لے لیے اور لید پھینک دی۔ سوال کیا۔ کہ یہ حدیث کیسی ہے پس اس کے متعلق امام بخاری نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ پھر اس حدیث کو زہیر سے وہ ابی اسحاق سے وہ عبد الرحمٰن بن اسود سے وہ۔ اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن مسعود سے اپنی کتاب صحیح بخاری رح میں لے آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیچھے ان کو تحقیق ہوگئی۔ کہ زہیر کی سند سے یہ حدیث صحیح ہے۔ پس ایسے ہی امام ممدوح کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے۔

شبہ: جب امام بخاری رح کے نزدیک عمرو بن شعیب رح کی حدیث صحیح ہے۔ تو پھر عبد کثیر کی حدیث کو اصح ما فی الباب۔ یعنی اس مسئلہ میں سب سے زیادہ صحیح کیوں کہتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کثیر بن عبد اللہ راوی ضعیف ہے۔ اور امام ترمذی رح بھی باب کے تحت یہی حدیث لائے ہیں۔ اور عمرو بن شعیب کی حدیث کے متعلق صرف حوالہ پر اکتفا کی ہے۔

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ امام بخاری رح کو پہلے تحقیق نہیں ہوئی۔ پھر ہوگئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کہنا تو تکبیروں والی احادیث کے متعلق ہو۔ یعنی نو والی حدیث سے یہ زیادہ صحیح ہے۔ اور امام ترمذی رح کا حوالہ پر اکتفا کرنا اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ عمرو بن شعیب کی حدیث کئی طرح کے الفاظ سے آئی ہے کسی میں تو تکبیرات کا قراءت سے پہلے ہونے کا ذکر نہیں۔ اور کسی میں صرف عید الفطر کا ذکر ہے۔ اور عید الاضحیٰ سے سکوت ہے ہاں سارے الفاظ ملانے سے مسئلہ پورا ہو جاتا ہے۔ مگر اس

ابن | میں طوالت ہے۔ اور کثیر بن عبداللہ کی حدیث میں دونوں عیدوں کا بھی ذکر ہے۔ اور قبل القراءۃ کا بھی ذکر ہے۔ اس لیے اس کو باب کے
الا | تحت ذکر کیا۔ اور عمرو بن شعیب وغیرہ کی حدیث کا حوالہ دے کر اس کی تائید کرتے ہوئے۔ اس کو حسن کہہ دیا۔ چنانچہ اوپر تفصیل ہو چکی ہے۔

ہاں یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ عمرو بن شعیب کی حدیث میں سوی تکبیرۃ الاحرام (یعنی تکبیر تحریمہ کے سوا بارہ) کا ذکر ہے۔ کثیر بن عبداللہ کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا ذکر کوئی اہم چیز نہیں۔ کیونکہ یہ عیدین کی تکبیروں کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ تکبیر تحریمہ عیدین کی تکبیر نہیں۔ بلکہ سب نمازوں کی تکبیر ہے۔ جس راوی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ صرف زیادہ وضاحت کے لیے کیا ہے۔ جیسے بعض راویوں نے سوی تکبیرۃ الرکوع بھی کہا ہے حالانکہ اس کے کہنے کی بالکل ضرورت نہیں کیونکہ بارہ تکبیریں پہلے قراءت سے کہنے کا ذکر ہے اور رکوع کی تکبیر قراءت سے پیچھے ہیں تنبیہ۔ بارہ تکبیر کی احادیث اور بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ وغیرہ مگر انہی پر ہم اکتفا کرتے ہوئے اب فیصلہ لکھتے ہیں۔

فیصلہ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بارہ تکبیروں کو ترجیح ہے جس کی کئی وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ بارہ تکبیر کی احادیث بہت ہیں۔ جو ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔ اور صحت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں۔

دوم یہ کہ بعض ان میں حسن درجہ کی ہیں۔ جو مستقل دلیل ہیں۔ اگر دوسری احادیث نہ بھی ہوں تو وہ اکیلی اکیلی ہی کافی ہیں۔ جیسے عمرو بن شعیب رح کی حدیث اور حضرت عائشہ کی حدیث جس میں

ابن لہیعہ ہے۔

سوم :- بارہ تکبیروں پر خلفائے راشدین کا بھی عمل ہے تحفۃ الاحوذی جلد ا صفحہ ۳۷۷ میں بحوالہ کتاب الاعتبار للحافظ الحازمی لکھا ہے

الوجہ الحادی والثلثون ان یکون احد الحدیثین قد عمل بہ الخلفاء الراشدون دون الثانی فیکون آکد ولذلک قدمروایۃ من روی فی تکبیرات العیدین سبعا وخمسا علی روایۃ من روی اربعا کاربع الجنائز لان الاول قد عمل بہ ابوبکر وعمر فیکون الی الصحۃ اقرب والاخذ بہ اصوب انتہی کلام الحازمی۔

ترجمہ :- اکتیسویں وجہ ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح کی یہ ہے کہ ایک حدیث پر خلفاء راشدین کا عمل ہو دوسری پر نہ ہو پس وہ خلفاء راشدین کے عمل کی وجہ سے زیادہ پختہ ہو جائے گی۔ اسی بنا پر تکبیرات عیدین میں سات اور پانچ والی روایت اس روایت پر مقدم ہے جس میں جنازہ کی طرح چار تکبیروں کا ذکر ہے کیونکہ پہلی روایت پر ابوبکرؓ اور عمرؓ (وغیرہ) کا عمل ہے پس وہ صحت کے زیادہ قریب ہے اور اس کو لینا زیادہ حق ہوگا۔

پس ان وجوہ کی بنا پر مذہب اہل حدیث راجح ہوا (واللہ الموفق)

جواب ۲

مغنی ابن قدامہ میں ہے۔

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ مع التکبیر۔ قال احمد اما انا فاریٰ ان ھذا الحدیث یدخل فیہ ھذا کلہ وروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یرفع فی کل تکبیرۃ فی الجنازۃ وفی العید رواہ الاثرم ولا یعرف لہ مخالف فی الصحابۃ۔ انتھی

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہر نماز کی تکبیروں کو شامل ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جنازے میں اور عید میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس کو اثرم نے روایت کیا ہے۔ اور صحابہ سے حضرت عمر رضہ کا اس مسئلے میں کوئی خلاف کرنے والا معلوم نہیں۔

اور حضرت عمر رضہ کے اس فعل کو بیہقی نے بھی جلد ۳ ص ۲۹۳ میں روایت کیا ہے۔ لیکن اس میں ابن لہیعہ ہے۔ جس کے متعلق گذشتہ صفحات میں بحث ہو چکی ہے۔

نیز ابو داؤد اور دارقطنی اور بیہقی میں بقیہ کے واسطے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو ہر تکبیر میں رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ نماز پوری ہو جاتی۔ حافظ ابن حجر رحمہ تلخیص میں لکھتے ہیں۔ کہ امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے اس حدیث سے تکبیرات عیدین میں ہاتھ اٹھانے پر استدلال

کیا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث عام ہے۔ اور بقیہ کی موافقت ابن اخی الزہری نے بھی کی ہے۔

بقیہ راوی ضعیف ہے لیکن ابن اخی الزہری کی موافقت سے اس کی تلافی ہو گئی۔ ملاحظہ ہو۔ دارقطنی صفحہ ۱۸۱

جواب ۳

عیدین کی تکبیروں کے درمیان ذکر کرنے کے متعلق حضرت ابن مسعود کی ایک روایت آئی ہے۔ جو نمبر ۹ میں گذر چکی ہے۔ اگرچہ وہ ضعیف ہے لیکن علماء کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ہلکے درجے کی ضعیف روایت پر فضائل اعمال میں عمل درست ہے جبکہ اس کے خلاف کوئی صحیح روایت نہ ہو۔ اور ذکر کوئی معین نہیں

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

پڑھے یا کوئی اور ذکر کرے۔ سب صحیح ہے۔

تنبیہ

یہ بارہ تکبیریں تکبیر تحریمہ کے متصل کہے یا شروع کی دعا اللھم باعد بینی یا سبحٰنک اللھم پڑھ کر کہے۔ دونوں طرح درست ہے۔ مگر بظاہر متصل بہتر ہے۔ کیونکہ سب نمازوں میں شروع کی دعا کے متصل قراءت ہوتی ہے۔ اگر منفصل کہے گا تو قیاس کا خلاف ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۰

۹ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ — ۳ مئی ۱۹۶۳ء

قیمت ۵۰ پیسے — بار اول — تعداد ایک ہزار

حافظ عبداللہ صاحب روپڑی امرتسری

کی

دیگر تصانیف

انسانی زندگی کا مقصد

کائنات کے اس مبسوط نظام میں ہر چیز اپنا اپنا کردار خدائی احکام کے مطابق سر انجام دے رہی ہے۔ دوسری مخلوق کے مقابلے میں اشرف المخلوقات کے کردار کا انحصار بہت حد تک اس کی اپنی قوت ارادی پر منحصر ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے ہمارے سامنے کونسا مقصد ہونا چاہیے۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ کتاب مستند حوالوں سے مزین ہے۔

قیمت صرف اکتیس پیسے یا ۵ آنے

07899

آمین و رفع یدین

زیر [illegible] مسئلہ آمین [illegible] ہے لیکن اس پر

ایک [illegible] بحث [illegible]

کر دی ہے۔ اس میں ضمناً آپ کو بہت سے اصولی و فروعی مسائل ملیں گے۔ تحقیق کا ایک نیا باب کھلے گا اور آپ شخصی تقلید (مذہبی تقلید) اور اتباع اصول (مذہب اہل حدیث) کا بخوبی موازنہ کر سکیں گے۔

قیمت دو روپیہ۔

تعلیم الصلوٰۃ

(دو حصوں میں)

حضرت العلام حافظ صاحب کی یہ کتاب کئی دفعہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہے۔ نئے ایڈیشن میں کافی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ حضرت العلام نے اس کتاب میں نماز کے تمام مسائل ترتیب وار قلم بند کر دیئے ہیں۔ نماز میں جس قدر دعائیں وغیرہ پڑھی جاتی ہیں ان کی عربی عبارات معہ ترجمہ ایسے طریق سے لکھی گئی ہیں کہ بچے ان کو زبانی یاد کر سکیں۔ پانچ وقتی نماز کے علاوہ اس میں نماز تراویح۔ وتر۔ اشراق۔ دوگانہ جمعہ استسقاء۔ گرہن۔ تسبیح۔ استخارہ۔ حاجت اور جنازہ ان سب نمازوں کا بیان ہے۔ اور آخر میں نکاح پڑھانے کا طریقہ درج ہے۔

قیمت حصہ اول ۶۲ پیسے حصہ دوم ایک روپیہ

بیمہ زندگی

دنیا کاروبار کے معاملہ میں بہت وسیع ہو چکی ہے ترقی برابر جاری ہے۔ کاروبار تو ایسے کھل گئے ہیں کہ ان کی شرعی حیثیت سمجھنی بہت دشوار ہو گئی ہے۔ کوئی جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔ کوئی عدم جواز کا۔ انشورنس بھی انہی مسائل میں سے ایک ہے۔ اس کی ایک شاخ بیمہ زندگی بھی ہے۔ بظاہر اس رسالہ میں صرف مسئلہ زندگی کے بیمہ پر بحث ہے۔ لیکن اس کے پڑھنے سے بیمہ کی تمام شاخوں پر اس طرح روشنی پڑتی ہے کہ پڑھنے والا خود فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ قیمت ۱۹ پیسے

حکومت اور علمائے ربانی

حضرت العلام نے اس کتاب میں اللہ کے بندوں کے حالات تحریر کئے ہیں۔ کہ انہوں نے دنیا و آخرت کا موازنہ کیسے کیا۔ اور دنیا کے شاہی درباروں میں کلمہ حق کو کس طرح بلند کرتے رہے۔ کتاب میں حضرت سعید بن جبیرؒ جیسے جلیل القدر تابعی اور ائمہ اربعہ حضرت امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی مبارک زندگیاں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ دلچسپ اتنی ہے کہ کتاب پڑھنے والا ختم کئے بغیر نہیں رہتا۔ قیمت ۷۵ پیسے۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ تنظیم اہلحدیث متصل چوک دالگراں لاہور